۶۹

چندہ سالانہ جلسہ کے لئے دوبارہ تحریک

(فرمودہ ۳۰/ نومبر ۱۹۲۸ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

گو پچھلے جمعہ کے خطبہ میں جلسہ کے متعلق میں بعض باتیں بیان کر چکا ہوں لیکن آج جب کہ میں نماز جمعہ کے لئے آنے کی تیاری کر رہا تھا ایک دوست نے کہا کہ میں پھر چندہ کے متعلق تحریک کروں۔ گو میں اس عقیدہ کا آدمی ہوں کہ اسی کام میں برکت ہوتی ہے جس کی تحریک انسان کے اپنے نفس سے پیدا ہوتی ہے اور ایک مؤمن کے لئے اس کا قلب ہی اس کے فرائض یاد دلانے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ دوسرے کی طرف سے اشارہ ہی ہوتا ہے اسے بار بار کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور جو لوگ اپنی ذمہ داری کو خود نہ سوچیں اور محسوس نہ کریں ان کو بار بار کہنا چنداں مفید نہیں ہوتا پھر اس طرح کہنے کا جو نتیجہ نکلے وہ بھی ایسا بابرکت نہیں ہوتا۔ بار بار کہنے کی ضرورت کمزوروں کے لئے ہوتی ہے یا اس خیال سے ہو سکتی ہے کہ شاید بعض لوگوں تک ابھی آواز نہ پہنچ سکی ہو۔ چونکہ ہماری جماعت وسیع ہو رہی ہے اور پہلے کی نسبت بہت وسیع ہو چکی ہے اس لئے ایک تحریک کا ایک ہی دفعہ سب تک پہنچ جانا ناممکن ہوتا ہے اس وجہ سے ضرورت پیش آتی ہے کہ متواتر کی جائے تا بار بار لوگوں کی نظروں سے گذرے اور ان کے ذریعہ سے دوسروں تک پہنچے۔ گو جماعت کی وسعت اس حد تک ہو چکی ہے کہ اس طرح بھی ہم سب کو نہیں پہنچا سکتے۔ کئی ایسے ملک ہیں کہ وہاں احمدی موجود ہیں مگر ہم ان کی زبانیں بھی نہیں جانتے سلسلہ کا لٹریچر کسی خدا کے بندہ کے ذریعہ ان تک پہنچا اور انہوں نے قبول کر لیا۔ مگر ہمارے پاس اپنے حالات ان تک پہنچانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ بہرحال اگر آواز بار بار اٹھائی جائے تو جن لوگوں تک اس کا پہنچنا ممکن ہو سکتا ہے ان تک پہنچ

سکتی ہے اور یہی وجہ ہے جسے مد نظر رکھتے ہوئے دوبارہ تحریک کی جاسکتی ہے اور اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے آج میں دوبارہ تحریک کرتا ہوں۔

میرے نزدیک جلسہ کے اخراجات کی برداشت قادیان کے رہنے والوں یا زیادہ سے زیادہ ضلع گورداسپور کے احمدیوں کو کرنی چاہئے کیونکہ مہمان نوازی مقامی لوگوں کا ہی حق ہوتا ہے اور مقامی مہمان نوازی انہی لوگوں کے ذمہ ہوتی ہے جہاں وہ کام کیا جاتا ہے۔ اسلام نے مہمان نوازی پر جس قدر زور دیا ہے اسے مد نظر رکھتے ہوئے یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ دنیا میں لوگ اس سے بہت بڑے بڑے کام کرتے ہیں لیکن نقص یہ ہے کہ بہت سے لوگ اس کی اہمیت کو نہیں سمجھتے اور بہت سے لوگوں کے دلوں میں وہ توکل نہیں جس کی ایسے کاموں کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ چند چیزیں ایسی ہیں جن کا کرنے والا قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے عرش کے سایہ کے نیچے ہو گا۔ اور ان میں ایک وہ دوستی ہے جو انسان خدا تعالیٰ کے لئے کسی سے رکھے۔ [1] یعنی محض اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی کی خدمت کرے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ ہمارے جلسہ کی مہمان نوازی اسی قسم کی دوستی پر مبنی ہے۔ جو لوگ مہمان ہوتے ہیں ان میں کئی ایک کی شکلوں سے بھی ہم لوگ واقف نہیں ہوتے اور ان سے کوئی تعارف نہیں ہوتا اس لئے یہ مہمان نوازی محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہو سکتی ہے۔ پھر حضرت خدیجہؓ سے روایت ہے کہ وحی نبوت کے نزول کے وقت جب آنحضرت ﷺ پر خوف طاری ہوا تو انہوں نے آپؐ سے کہا خدا تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا کیونکہ آپؐ مہمان نواز ہیں۔ [2] گویا مہمان نوازی ان چیزوں میں سے ہے جن سے انسان ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے۔ بات یہ ہے جو مال صحیح مہمان نوازی پر صرف ہو وہ انسان کی تباہی کا موجب نہیں بلکہ انسان کی ترقی کا موجب ہوتا ہے۔ مجھے یاد ہے حضرت خلیفہ اول کے زمانہ میں ایک دفعہ اسی طرح قحط کے آثار تھے۔ انجمن نے فیصلہ کیا کہ جلسہ تین دن کے بجائے صرف دو دن کیا جائے۔ میں گو اس کی تائید میں نہ تھا مگر مخالف بھی نہ تھا اور اس وقت میرے ذہن میں یہ آیا ہی نہیں کہ اس کا کیا نتیجہ ہو گا اور اتفاق کی بات ہے ان دنوں مَیں ہی مہمان خانہ کا منتظم تھا۔ حضرت خلیفہ اول نے مجھے مخاطب کر کے لکھا کہ

لَا تَخْشَ عَنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالاً

یعنی عرش کے مالک سے یہ امید نہ رکھو کہ وہ رزق میں کمی کر دے گا جلسہ کے دو دن رکھنا خدا تعالیٰ پر بد ظنی ہے۔ جب میں نے یہ پڑھا تو مجھے اس بات میں بہت لطف آیا اور میں سمجھا کہ حقیقی توکّل یہی ہے کہ جب انسان یہ سمجھے یہ کام خدا کی طرف سے ہے اور اسے کرنے کا حکم اس نے دیا ہے تو پھر یہ خیال کرنا کہ اس کی سرانجام دہی کے لئے ایثار اور قربانیاں کرنے سے ہم ضائع ہو جائیں گے بیوقوفی کی بات ہے۔ اگر کسی رستہ پر چلنے سے انسان برباد ہو جائے تو یہ بات یقیناً اس رستہ کے غلط ہونے کی علامت ہے۔ افراد کا مالی لحاظ سے کمزور ہو جانا معمولی بات ہے۔ یہ بات ہر قوم میں پائی جاتی ہے لیکن مِنْ حَیْثُ الْقَوْمِ قربانیوں سے تباہ ہو جانا اس رستہ کے جھوٹے ہونے کی نشانی ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ یہ دن اس قسم کے ہیں کہ ہر طرف مالی تنگی کے آثار نظر آ رہے ہیں اور زمینداروں کی حالت تو بہت ہی تکلیف دہ ہے۔ ان کی دو فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔ گورنمنٹ اگرچہ تقاوی وغیرہ تو پہلے بھی تقسیم کیا کرتی تھی مگر مجھے یاد نہیں کہ آج تک کبھی ایسا ہُوا کہ گورنمنٹ نے تمام لگان اراضی معاف کر دیا ہو۔ کسی ایک گاؤں وغیرہ میں معاف کر دینا علیحدہ بات ہے لیکن بہت بڑے علاقہ میں کبھی معاف نہیں کیا تھا لیکن اس سال گورنمنٹ نے چالیس لاکھ روپیہ معاف کر دیا ہے اور تقاوی وغیرہ کے اخراجات ملا کر پچھتّر لاکھ روپیہ زمینداروں پر صرف کیا ہے اور صوبجات آگرہ و اودھ کی حکومت نے ایک کروڑ دس لاکھ اس مد میں خرچ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال زمینداروں کی تباہی غیر معمولی تباہی ہے اور ضروری ہے کہ اس تباہی کا اثر دوسرے لوگوں پر بھی پڑے۔ وکیل، ڈاکٹر، کلرک ہر ایک اس سے متأثر ہو گا کیونکہ کھانا سب کے لئے ضروری ہے۔ زمینداروں کی فصل تباہ ہونے سے غلہ نہیں ہُوا اور لازماً جس کا گذارہ پہلے دس روپیہ میں ہو جاتا تھا اب اس کا گذارہ بارہ تیرہ روپیہ میں ہو گا مگر باوجود اس کے وہی بات ہے کہ جو کام کرنا ہے وہ کرنا ہی ہے۔ جب انسان خدا تعالیٰ کے رستہ میں تکلیف اٹھائے تو خدا تعالیٰ اس کی تکالیف دور کرنے کے سامان خود پیدا کر دیتا ہے۔ یہی دلیل تھی جو حضرت خلیفہ اول نے مجھے لکھی۔ فرمایا میری طرف سے اعلان کر دو کہ صدقہ خدا تعالیٰ کے غضب کو دور کر دیتا ہے اس تکلیف کا تو علاج ہی صدقہ تھا مگر تم نے اس کا الٹ کیا کہ جلسے کے لئے دو دن کر دیئے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ تباہی کے اسباب میں سے ایک پہلو خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا بھی ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ قوانین قدرت کا بھی دخل ہوتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی ناراضگی کے پہلو سے بچنے کا یہی طریقہ ہوتا ہے کہ انسان اور بھی زیادہ قربانیاں کرے اور ثابت کرے کہ وہ خود ہی خدا کے راستہ میں مٹ رہا ہے۔ اس پر خدا تعالیٰ کو غیرت آتی ہے کہ جو پہلے ہی میرے لئے مر رہا ہے اسے کیا ماروں اس لئے وہ اسے مٹاتا نہیں بلکہ زندہ کرتا ہے۔

مجھے بچپن کا ایک واقعہ یاد ہے۔ میں نے ایک کشتی رکھی ہوئی تھی بعض دفعہ تو وہ زنجیر سے باندھ دی جاتی تھی لیکن بعض دنوں میں جب پانی تھوڑا ہوتا تھا کھلی رہتی تھی اور بعض لڑکے اسے لے جاتے تھے اور ایسی بری طرح استعمال کرتے تھے کہ توڑ پھوڑ دیتے تھے۔ ایک دفعہ اسے بہت ہی نقصان پہنچا اس پر میں نے بورڈنگ کے لڑکوں سے کہا کہ خیال رکھا کریں جب کوئی اسے لے جائے تو مجھے بتائیں۔ ایک دن مجھے اطلاع دی گئی کہ گاؤں کے لڑکے کشتی لے گئے ہیں میں گیا اور انہیں آواز دی وہ کشتی لے آئے۔ مجھے بہت غصہ تھا اس لئے میں نے ایک لڑکے کو مارنا چاہا اور میں سمجھتا ہوں اگر وہ مقابلہ کرتا تو غصہ اور بھی بڑھ جاتا لیکن اس نے نہایت انکسار سے کہا لوجی مار لو۔ اس کے یہ الفاظ سن کر میرا ہاتھ جو مارنے کے لئے اٹھا تھا گویا شل ہو گیا او مجھ پر ایسا اثر ہؤا کہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ میں نے سوچا جو خود کہتا ہے مار لو اسے کیا ماروں۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص کہے الٰہی قحط پڑا ہؤا ہے اور ہر طرف تباہی کے آثار نمایاں ہیں مگر ہمارے پاس جو کچھ ہے ہم تیرے لئے خرچ کر رہے ہیں تو خدا تعالیٰ اسے تباہ ہونے دے وہ تو کہے گا کہ تمہیں ماروں گا نہیں بلکہ زندہ کروں گا۔

اس وقت تنگی کے آثار ظاہر ہیں۔ پس جو بھی قربانی کرے گا وہ اپنے اوپر ایک موت وارد کرے گا مگر جو بھی خدا کے لئے اپنے اوپر موت وارد کرتا ہے خدا اسے مرنے نہیں دے گا۔ اس وقت بارش ہو رہی ہے ممکن ہے خدا اسے ہی لوگوں کی تکلیف کم کرنے کا ذریعہ بنا دے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش تباہی کا موجب بھی ہوتی ہے اور ترقی کا بھی اس لئے ہم کہہ تو نہیں سکتے کہ یہ کیسی ہے مگر چونکہ انہی دنوں میں چندہ کی تحریک کی گئی ہے ہو سکتا ہے خدا تعالیٰ نے بعض لوگوں کی قربانیاں قبول کر کے رحمت کی بارش نازل کی ہو۔ پچھلے سال غلہ نہیں ہؤا۔ لیکن ہو سکتا ہے خدا تعالیٰ اگلے سال اڑھائی تین گنا زیادہ غلہ کر دے اور سب کسر نکل جائے اور یہ سب کچھ خدا کے اختیار میں ہے۔

پس گو مجھے دوبارہ کہنے کی ضرورت تو نہیں مگر کمزوروں کے لئے یا اس خیال سے شاید بعض

لوگوں تک یہ آواز ابھی نہ پہنچی ہو دوبارہ تحریک کرتا ہوں ورنہ مؤمن کے لئے نہ میرے کہنے کی ضرورت ہے نہ کسی اور کے کہنے کی۔

اس کے بعد میں کام کرنے والوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ بہت سوچ سمجھ کر خرچ کریں۔ کوئی وجہ نہیں کہ دنیا میں دوسرے لوگ اخراجات کی کمی کی صورت تو نکال سکیں مگر ہماری عقل ایسی دیوالیہ ہو کہ ہم کوئی صورت نہ نکال سکیں اس لئے جہاں میں دوستوں اور خصوصاً قادیان اور ضلع گورداسپور کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر وہ باقی چیزیں نہیں تو کم از کم آٹے کا خرچ ہی برداشت کریں۔ وہاں کارکنوں کو بھی مزید توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اخراجات میں کمی کرنے کی کوشش کریں۔ آٹے کا خرچ برداشت کرنا ادنیٰ ترین مہمان نوازی ہے کیونکہ روٹی کھانے کے بغیر تو کوئی شخص زندہ نہیں رہ سکتا اس کے ساتھ اگر دال یا سالن کو زائد سمجھ لیا جائے تو کم سے کم جو مہمان نوازی آٹے کی ہے یہ تو ہمیشہ ہی قادیان اور ضلع گورداسپور کے دوستوں کو پیش کرنی چاہئے۔ اگر اس ضلع میں دس ہزار احمدی بھی ہوں تو دس ہزار کے لئے بیس ہزار کے آٹے کا انتظام کیا مشکل ہے۔ مگر سارے آدمیوں سے کام لینا مشکل ہوتا ہے۔ اگر ان تمام لوگوں سے باقاعدہ وصولی کا انتظام کیا جائے تو بہت زیادہ خرچ ہو جائے گا اس لئے یہ نہیں ہو سکتا جب تک دوست خود توجہ نہ کریں۔ یہ کام اپنے طور پر کرنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ اگر دوست ہمت کریں تو کوئی بڑی بات نہیں۔ دوسرے اخراجات باقی جماعتیں مہیا کر دیں گی۔

باقی سب کاموں کو چلانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس سے دعا کرنی چاہئے کہ قحط بھی تیری طرف سے ہیں اور کام بھی تیرے ہی ہیں اس لئے تُو ہی اپنے فضل سے ہمارے لئے راستے کھول دے۔ آمین۔

(الفضل ۷ / دسمبر ۱۹۲۸ء)

۱۔ مشکوٰۃ کتاب الطب والرقی باب الحب فی اللہ و من اللہ۔

۲۔ بخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ